

## دلالتِ قطعیہ: حسن الیاس اور غامدی صاحب کا باہمی اختلاف کلام کس کے لیے قطعی الدلالت ہوتا ہے: متکلم کے لیے یا مخاطب کے لیے؟

تحریر: کاشف علی خان شیروانی

متجددین کی ایک نمایاں خصوصیت رہی ہے کہ ان کا اتفاق بس اسلامی روایت کو منہدم کرنے تک ہی محدود رہتا ہے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے بہر حال ان کی حکمت عملی ایک دوسرے سے یکسر مختلف ہوا کرتی ہے۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ ہر مجدد بذات خود روایت شکنی کے معاملے میں اور یجنل مفکر ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ کبھی کھلم کھلا اسلاف کی تفسیق و تکفیر کر کے (جیسے جاوید غامدی صاحب نے حجۃ الاسلام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو اسلام کے دائرے سے خارج کیا ہے، دیکھیے: جاوید غامدی، برہان، اسلام اور تصوف)، اور کبھی ان بزرگوں کی آراء کی انوکھی اور دور ازکار تعبیرات کر کے، یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ "تحریک اصلاح" کی گرتی عمارت بس اسی در فطنی سے بچ سکتی تھی۔ ایسی ہی ایک در فطنی ہمارے دوست، جدید اسلام کے ابھرتے ہوئے مجتہد، جناب محمد حسن الیاس کی طرف سے سامنے آئی ہے۔ حسن صاحب نے اپنی فیس بک وال پر غامدی صاحب کے تصور دلالتِ قطعیہ کے دفاع میں ایسے منفرد، اچھوتے اور "قاطع" دلائل دیے ہیں کہ ان کی زد میں خود ان کے اپنے استاذ ہی آگئے ہیں۔ اگر بات حسن صاحب کی انفرادیت (innovation) کی ہو تو تجدد کی دنیا میں حسن الیاس صاحب کا مستقبل روشن نظر آتا ہے۔ تاہم اگر وہ انفرادیت کے شوق میں مبتلا ہونے سے پہلے اپنے مکتب فکر ہی کی چیزیں غور سے پڑھ لیتے تو انہیں اس مضحکہ خیز صورتحال کا سامنا نہ کرنا پڑتا، جس کی روداد آپ کاشف علی خان شیروانی کے اس مضمون میں پڑھ سکتے ہیں [طارق محمود ہاشمی]۔

\*

ادعا، بے خبری اور تجدد پسندی کے امتزاج سے وہی افسوس ناک صورت پیدا ہو سکتی تھی، جو محمد حسن الیاس صاحب کے قارئین، نے دلالت قطعیہ کے موضوع پر پچھلے دنوں ان کی دو فیس بک تحریروں میں ملاحظہ فرمائی۔ شانِ ادعا کا یہ عالم تھا کہ جس نے بھی ان کی حرفیت پسندی پر سوال اٹھایا اُسے انہوں نے اُن گھڑ سمجھ کر طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا۔ جب کلام کی تعبیر میں مخاطب کا کردار زیر بحث آیا تو لکھا: "مخاطب کو دفن کریں!" لیکن سرِ دست، حسن الیاس صاحب کے اسلوب کی غیر شائستگی زیر بحث نہیں ہے، علمیت زیر بحث ہے۔

پس منظر یہ ہے کہ جناب جاوید احمد غامدی نے ایک نیا عقیدہ متعارف کرایا ہے جس کی تقریر وہ اس جملے سے کرتے ہیں: "قرآن قطعی الدلالة ہے"۔ یہ عقیدہ ان کے دینی فکر میں اصل الاصول کی حیثیت رکھتا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اُن کے مکتب فکر میں ہر شخص کے ہاں اس سے مراد مختلف بات ہوتی ہے۔ خود غامدی صاحب اس سے کیا مراد لیتے ہیں، عام قاری سے پوشیدہ ہے۔ جب نادر عقیل انصاری صاحب کی غامدی صاحب پر تنقید اہل علم کے سامنے آئی تو اہل المور د اس کا مختلف اسالیب میں دفاع کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اسی سلسلے کی بحث یہ بھی ہے۔ سوال یہ ہے کہ غامدی صاحب کے نزدیک قرآن مجید کس کے لیے قطعی الدلالة ہے: متکلم کے لیے یا مخاطب کے لیے؟

المورد کے ایک سکالر حسن الیاس صاحب نے چند روز قبل اپنی فیس بک وال پر اس مسئلہ پر اظہار خیال فرمایا۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ جب وہ کلام کو قطعی الدلالة کہتے ہیں، تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ کلام "متکلم" کے لیے قطعی الدلالة ہوتا ہے۔ مخاطب کے لیے قطعی الدلالة نہیں ہوتا۔ جو لوگ کلام کو "مخاطب" کے لئے قطعی الدلالة مانتے ہیں، محمد حسن الیاس صاحب ایسے لوگوں کو "ضلالہ" میں مبتلا سمجھتے ہیں، اور "غیر عاقل" قرار دیتے ہیں۔ اپنے تئیں محمد حسن الیاس صاحب یہاں پر اپنے استاذ جاوید احمد غامدی صاحب کے موقف کا دفاع کر رہے ہیں! چنانچہ اگست سنہ ۲۰۱۶ء کی سات اور دس تاریخ کو اپنے فیس بک صفحے پر زاہد مغل صاحب اور دیگر شرکاء سے بحث کرتے ہوئے، محمد حسن الیاس صاحب نے اس مسئلہ کو وضاحت سے، اور بتکرا بیان فرمایا ہے۔ ان کے متعلقہ جملے یہاں یکجا کر کے نقل کیے جا رہے ہیں:

[کلام] مخاطب کے لیے قطعی ہوتا ہے، یہ بات کوئی عاقل آدمی کہہ کیسے سکتا ہے! [کلام] عند المتکلم [قطعی

الدلالة] ہوتا ہے۔ مخاطب اس کے ساتھ کیا کرے، یہ ہم کیسے کہہ سکتے ہیں؟ کون سا مخاطب اپنے فہم کو

قطعی کہنے کی ضلالت میں مبتلا ہے؟ "مخاطب تو زیر بحث ہی نہیں۔ متکلم زیر بحث ہے۔ کس نے کہا، کب کہا، کہ مخاطب کے لیے کلام قطعی ہوتا ہے؟ آپ پھر مخاطب کی جانب آگئے۔ متکلم پر رہیں! مخاطب کو دفن کریں!" مخاطب "کالفاظ ہی استعمال نہ کریں۔ مخاطب کے بارے میں تو ہم نے کبھی دعویٰ ہی نہیں کیا [کہ اس کے لیے کلام قطعی الدلالت ہوتا ہے]۔ کس نے کہا کہ کلام عندالمخاطب بھی قطعی ہوتا ہے؟ مخاطب تو ہو سکتا ہے کہ متکلم کی موجودگی میں بھی صحیح معنی تک نہ پہنچ سکے!۔<sup>1</sup>

پس محمد حسن الیاس صاحب کے نزدیک کلام قطعی الدلالت ہوتا ہے، اور اس کا مطلب ہے کہ کلام عند المتکلم قطعی الدلالت ہوتا ہے، مخاطب کے لیے قطعی الدلالت نہیں ہوتا۔ اور جو لوگ سمجھتے ہیں کہ کلام مخاطب کے لیے قطعی الدلالت ہوتا ہے، وہ "ضلالت" میں مبتلا ہیں، اور "غیر عاقل" ہیں۔

نادر عقیل انصاری صاحب اور حسن الیاس صاحب کی دلالت قطعیت کے مسئلہ پر ایک بحث کی راداد "حرف نیم گفتہ" پر شائع کرتے ہوئے ہم نے لکھا تھا: "گلتا ہے کہ یا حسن الیاس صاحب کو جاوید غامدی صاحب کا مسلک سمجھ ہی میں نہیں آیا، یا انہیں جاوید غامدی صاحب کے مسلک سے شدید اختلاف ہو گیا ہے۔" لیکن اس تنبیہ کے باوجود حسن الیاس صاحب کی "فٹی" گفتگو جاری رہی۔ اور ہمارے اندیشوں کی تصدیق ہو گئی۔ لیکن پہلے یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ جاوید احمد غامدی صاحب کے نزدیک کلام کس کے لیے قطعی الدلالت ہوتا ہے؟

کلام کی دلالت قطعیہ کی بحث غامدی صاحب نے اپنی کتاب میزان کے باب میں بیان کی ہے، اور یہ ان کے "تدبر قرآن کے اصول و مبادی" کا حصہ ہے۔ یعنی اگر کوئی قرآن پر تدبر کرنا چاہے تو ان اصولوں کی روشنی میں کرے۔ ظاہر ہے کہ قرآن مجید کا قاری ہی مراد ہے۔ پھر قرآن مجید کو میزان قرار دیا ہے، یعنی مسائل میں فیصلہ کرنے والا۔ ظاہر ہے کہ اللہ کی کتاب اگر ان معانی میں میزان ہے، تو وہ بھی قاری و سامع ہی کے لیے ہے۔ پھر قطعیت کی بحث میں علماء و ائمہ کی جن

<sup>1</sup> دیکھئے:

[https://www.facebook.com/permalink.php?story\\_fbid=10153805818788730&id=735043729&comment\\_id=10153810595028730&reply\\_comment\\_id=10153810600558730&notif\\_t=feed\\_comment\\_reply&notif\\_id=1470684081021365](https://www.facebook.com/permalink.php?story_fbid=10153805818788730&id=735043729&comment_id=10153810595028730&reply_comment_id=10153810600558730&notif_t=feed_comment_reply&notif_id=1470684081021365)

accessed at 11 August, 2016 00.22 am

عبارتوں سے تائید پکڑی ہے، وہ بھی مخاطب ہی کے لیے قطعیت کو زیر بحث لا رہے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں: زبان سے متعلق یہی حقیقت ہے [یعنی اس کے قطعی الدلالت ہونے کی خاصیت] جس کی بنا پر ہم جو کچھ بولتے اور لکھتے ہیں اس اعتماد کے ساتھ بولتے اور لکھتے ہیں کہ دوسرے اس سے وہی کچھ سمجھیں گے جو ہم کہنا چاہتے ہیں" (صفحہ ۳۳)۔ یعنی مخاطب کے لیے قطعی الدلالت ہوتا ہے۔ لیکن ان عبارتوں کو سمجھنے میں ان لوگوں کو دقت پیش آسکتی ہے جو متعلقہ فنون نہ جانتے ہوں۔ لہذا ہم جاوید احمد غامدی صاحب کی ایک اور تحریر پیش کرتے ہیں جس سے اس سوال کا جواب بالکل واضح ہو جائے کہ ان کے نزدیک کلام کس کے لیے قطعی الدلالت ہوتا ہے: متکلم کے لیے یا مخاطب کے لیے؟

جاوید غامدی صاحب کا جواب ان کی کتاب البیان میں سورۃ فرقان کی تفسیر کے تحت درج ہے، اور ان کی ویب سائٹ پر ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ سورۃ کی پہلی آیت مبارکہ کی تفسیر میں پہلے انہوں نے میزان کا وہ حصہ نقل کیا ہے جہاں زبان کی قطعیت دلالت کا اصول بیان ہوا ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں:

دوسری یہ کہ اس (قرآن مجید) کے الفاظ کی دلالت اس کے مفہوم پر بالکل قطعی ہے۔ [۔۔۔] قرآن [مجید] کی یہ حیثیت لازماً تقاضا کرتی ہے کہ بعد میں آنے والوں کے لیے بھی یہ اپنے ثبوت اور دلالت کے لحاظ سے اسی طرح قطعی رہے، جس طرح اپنے اولین مخاطبین کے لیے تھا۔<sup>2</sup>

غامدی صاحب کے اقتباس سے واضح ہے کہ ان کے ہاں دلالت قطعیہ کا مسئلہ مخاطب ہی کی حوالے سے زیر بحث آیا ہے۔ اور ان کے خیال میں قرآن مجید اپنے معانی پر جو دلالت کرتا ہے، وہ فقط عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم ہی میں قطعی نہیں تھی، بلکہ آج ہمارے اور آپ کے لیے بھی قطعی ہے! اب دیکھیے کہ کیا حادثہ ہو گیا ہے! محمد حسن الیاس صاحب، اپنے استاذ کے موقف کے خلاف ایک غلط اور انتہا پسندانہ موقف لیے کھڑے ہیں، اور خلق خدا کو باور کرا رہے ہیں کہ نہ صرف یہ

<sup>2</sup> دیکھیے:

[http://www.javedahmadghamidi.com/quran/albayaan\\_para\\_ajax/105/25.1](http://www.javedahmadghamidi.com/quran/albayaan_para_ajax/105/25.1)

accessed on August 10, 2016, 23.52 pm.

ان کے استاذ کا موقف ہے، بلکہ قطعی طور پر درست اور حق بھی ہے، اور آگے بڑھ کر کہتے ہیں کہ میرے موقف سے مختلف موقف صرف "غیر عاقل" اختیار کر سکتا ہے، یا وہ جو "ضلالت" میں مبتلا ہو!

ہمیں یقین ہے کہ حسن الیاس صاحب غامدی صاحب کے نقطہ نظر سے بے خبر ہی ہوں گے۔ یعنی ائمہ لغت و بلاغت وغیرہ کا کلام تو کہاں، ابھی خود اپنے استاد کی تمام تحریریں بھی غور سے نہیں پڑھیں۔ یہاں دو مسائل اہم ہیں: ایک دعوتِ دین کا طریق کار، اور دوسرے علمی اختلافات کے اظہار کا اسلوب۔

دعوتِ دین کے معاملے میں ضروری ہے کہ داعی دین میں تفقہ رکھتا ہو۔ اس بات پر غامدی صاحب نے اپنی کتاب "میزان" کے باب "قانون دعوت" میں بہت زور دیا ہے۔ اور تبلیغ کرنے والے روایتی گروہوں پر غامدی صاحب کا اصل اعتراض بھی یہی ہے، کہ وہ بغیر عالم بنے تبلیغ کرتے ہیں۔ لیکن ایک فرق واضح رہنا چاہیے: تبلیغی جماعت لوگوں کو قطعی الدلالت جیسے فلسفیانہ نظریات کی طرف دعوت نہیں دیتی، بلکہ ان کی دعوت ضروریاتِ دین پر مرکوز رہتی ہے، جس کا علم ہر مسلمان کو ہوتا ہے، اس لیے ضروریاتِ دین کی نصیحت ہر مسلمان دوسرے کو کر سکتا ہے، لیکن جدید اسلام کے مفروضوں اور فلسفیانہ مقدمات کی دعوت دینے کے لئے بہت فنی تربیت درکار ہے۔ محمد حسن الیاس صاحب کی تحریر سے معلوم نہیں ہوتا کہ وہ فنی تعلیم و تربیت کے ان مراحل سے گزر رہے ہیں۔ دعوتِ دین کا جو طریق کار غامدی صاحب نے لکھا ہے، اس سے محمد حسن الیاس صاحب کو مستثنیٰ کرنے کے حق میں کوئی "نص" پیش بھی نہیں کی گئی ہے، لہذا حسن الیاس صاحب کو متنبہ رہنا چاہیے تھا۔

دوسرا مسئلہ اسلوبِ اختلاف کا ہے۔ اپنے استاذ سے علمی اختلاف کرنا ہماری تہذیبی روایت میں جائز ہے، اور ہم نہیں چاہتے کہ اس تنقید کے نتیجے میں محمد حسن الیاس کا "جذبہ اجتہاد" سرد پڑ جائے۔ لیکن اتنا ضرور کہیں گے کہ ہماری علمی روایت میں یہ کبھی جائز نہیں رہا کہ کچے پکے طریقے پر سمجھے ہوئے ادق مسائل پر جلدی میں ایک رائے قائم کی جائے، اور پھر اس رائے پر بے جا اصرار کیا جائے، اور حد یہ ہے کہ اپنے ناقدین کا منہ بند کرنے کے لیے اگر اپنے ہی اکابرین کے "غیر عاقل" اور گمراہ ہونے کا عندیہ بھی دینا پڑے تو پروانہ کی جائے۔ حسن الیاس صاحب کی رائے غلط ہے۔ جاوید احمد غامدی صاحب جب قطعی الدلالت کا مسئلہ بیان کرتے ہیں تو غیر عاقل کے طور پر نہیں کرتے۔ ایک تو انہوں نے قطعیت کا وہ مطلب

ہی نہیں لیا جو حسن الیاس صاحب لے رہے ہیں۔ دوسرے غامدی صاحب قطعیت کو مخاطب کے لیے خاص کرتے ہوئے بہت سمجھداری سے کام لے رہے ہیں۔ اگر قرآن مجید کے معنی ہر قاری کے لیے شفاف ہیں، اور آج ہر شخص (مسلمان ہو نے کی قید بھی نہیں ہے) قرآن مجید کو پڑھتے ہی اس کے پورے معنی قطعیت سے جان لیتا ہے، تو اس سے انکار حدیث کی راہ ہموار ہو جاتی ہے، جو جاوید غامدی صاحب کا مدعا و موقف ہے۔ یہاں ہم کسی شائستگی پر وعظ نہیں کر رہے، خواہ بعض کے نزدیک حسن الیاس صاحب کا یہ رویہ شائستگی کی کمی کے سبب ہو۔ بس یاد رہے کہ یہ وہی شائستگی ہے جس کا وعظ ہمارے لبرل اہل قلم ہمارے اہل مذہب کو ہر دم کرتے رہتے ہیں۔ بقول حالی، "مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں!"

\*\*\*